کن امور میں حلف لینا ضروری نہیں

حدود میں حلف

جملہ حدود میں حلف لینا ضروری نہیں۔ اس لئے کہ حلف سے مقصود نکول (یعنی قسم سے انکار) ہوتا ہے اور نکول بذل (دست برداری) یا اقرار کا نام ہے جس میں شک و شبہ پایا جاتا ہے جب کہ حدود اس دلیل و حجت سے قائم نہیں ہوتے جس میں کوئی شبہ پایا جاتا ہو، جس طرح مکتوب قاضی بنام قاضی، شہادت بر شہادت اور ایک مرد و دو عورتوں کی شہادت سے حدود نافذ نہیں ہوتے اس طرح نکول کی صورت میں حدود نافذ نہیں ہوتے، اس لئے ان میں قسم نہیں کھائی جاتی، البتہ سرقہ کی صورت میں مدعا علیہ سے حلف لیا جائے گا، مدعی مدعا علیہ کے خلاف مال کا دعوی کرے تو اس سے مال پر یوں حلف لیا جائے: "خدا کی قسم اس (مدعی) کا یہ مال یا اس کا کوئی حصہ میرے ذمہ نہیں" اس لئے کہ مال شبہات سے بھی ثابت ہو جاتا ہے۔ جس طرح مکتوب قاضی بنام قاضی، شہادت پر شہادت اور ایک مرد و دو عورتوں کی شہادت کے ذریعہ مدعا علیہ کے ذمہ (سرقہ کا) مال ثابت ہو جاتا ہے اسی طرح یہ نکول (قسم سے انکار) کی صورت میں بھی ثابت ہو جاتا ہے۔

چھ امور میں حلف

امام ابو حنیفہ رحمتہ اللہ علیہ (م ۱۵۰ھ) کے نزدیک مندرجہ ذیل چھ امور میں مدعا علیہ سے حلف نہیں لیا جائے گا مگر صاحبین کے نزدیک حلف لیا جائے گا۔ وہ چھ امور یہ ہیں: نکاح، طلاق رجعی، غلامی، ایلاء (میں رجوع)، ولاء اور نسب۔ مصنف (متن) نے چھ امور کا ذکر کیا ہے

☆ امام مالک بن انس رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت سن ۹۳ ہجری میں اور وفات ۱۷۹ ہجری میں ہوئی ☆

جبکہ یہ سات ہیں' ساتویں چیز ام الولد (۱) ہوتا ہے۔ الجامع الصغیر کی کتاب الدعوی کے آخر میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ اگر لونڈی نے اپنے آقا کے خلاف یہ دعوی کیا کہ اس سے پیدا ہونے والا یہ بچہ اس (آقا) کا ہے' یا بچہ فوت ہو چکا ہو اور اس نے ام الولد ہونے کا دعوی کیا ہو اور آقا اس سے انکار کر دے' تو امام ابو حنیفہ کے نزدیک آقا سے حلف نہیں لیا جائے گا اور اس سے حلف لئے بغیر اس کا بیان قبول کیا جائے گا مگر صاحبین کے نزدیک اس سے حلف لیا جائے گا' یہ ایک مشہور مسئلہ ہے۔

صاحبین اور ان کے دیگر ہمنوا فقہاء کے نزدیک مذکورہ سات امور میں حلف لیا جائے گا۔ ان کے نزدیک ہر وہ نسب جو مدعا علیہ کے اقرار سے ثابت ہو اس میں مدعا علیہ سے حلف لیا جائے گا (مال کے دعوی کو چھوڑ کر) اور ہر وہ نسب جو مدعا علیہ کے اقرار سے ثابت نہ ہو اس میں مدعا علیہ سے حلف نہیں لیا جائے گا۔ البتہ اگر مدعی نے اس نسب کی وجہ سے مال کا دعوی کیا ہو مثلا اس نے یہ دعوی کیا کہ مال اس مدعا علیہ کے قبضہ میں یا اس کے ذمہ ہے' تو یہ مال مدعی کے حق میں اس وقت تک ثابت نہیں ہوگا جب تک کہ نسب کا ثبوت نہ مل جائے' اس لئے مدعا علیہ سے نسب پر قسم لی جائے گی۔

اس کی تفصیل یہ ہے کہ مرد کا اقرار ان چار افراد کے بارے میں صحیح ہے: اس کا باپ' اس کا بیٹا' اس کی اہلیہ اور اس کا مولی' اور عورت کا اقرار ان تین افراد میں صحیح ہے: اس کا باپ' اس کا شوہر اور اس کا مولی' مگر بھائی کے بارے میں اقرار صحیح نہیں' اس لئے کہ اس میں نسب کو دوسرے شخص کی طرف منسوب کرنا ہے اس لئے یہ اقرار صحیح نہیں ہوگا۔

جب یہ بات ثابت ہو گئی تو ہم کہتے ہیں کہ اگر ایک شخص نے کسی پر دعوی کیا کہ یہ میرا باپ ہے یا میرا بیٹا اور اس نے اس سبب سے کسی مال کا دعوی نہیں کیا' تو صاحبین اور ان کے ہمنوا فقہاء کے نزدیک مدعا علیہ سے حلف لیا جائے گا۔ اس لئے کہ اگر وہ اقرار کر لے تو اس سے نسب ثابت ہو جائے گا۔ چنانچہ نکول (جو صاحبین اور ان کے ہم خیال فقہاء کے نزدیک اقرار کے مترادف ہے) کی امید پر اس سے حلف لیا جائے گا۔

اگر ایک شخص نے کسی کے خلاف یہ دعوی کیا کہ یہ میرا بھائی ہے' یا چچا وغیرہ ہے' تو

اس صورت میں مدعا علیہ سے حلف نہیں لیاجائے گا' اس لئے کہ مدعا علیہ کے اقرار کی صورت میں یہ نسب ثابت نہیں ہوگا' کیوں کہ اس میں نسب کو دوسرے شخص کی طرف منسوب کرتا ہے اس لئے یہ غیر کے خلاف اقرار ہوگا جو صحیح نہیں' البتہ ایک شخص نے کسی پر اس کے سبب (نسب) سے مال کا دعوی کیا ہو تو اس کی یہ دو صورتیں ہیں:۔

۱۔ پہلی صورت میراث کی ہے مثلاً مدعی نے کہا کہ یہ شخص (مدعا علیہ) باپ کی طرف سے میرا بھائی ہے' ہمارا باپ فوت ہو چکا ہے' اس نے جو جائیداد ورثہ میں چھوڑی ہے وہ اس مدعا علیہ کے قبضہ میں ہے۔

۲۔ دوسری صورت نفقہ کی ہے مثلاً مدعی نے کہا: میں اپاہج ہوں اور یہ شخص (مدعا علیہ) میرا ایک مال دار بھائی ہے۔ آپ اس کے ذمہ میرے لئے نفقہ مقرر کردیں' مگر مدعا علیہ نے اس کے بھائی ہونے کا انکار کردیا' تو بالاتفاق مدعی کے دعوی نسب کے بارے میں مدعا علیہ سے حلف لیا جائے گا' اس لئے کہ اگرچہ امام ابو حنیفہ رحمتہ اللہ علیہ کے نزدیک دعوی نسب اور صاحبین کے نزدیک دعوی اخوت میں مدعا علیہ سے حلف نہیں لیا جائے گا جیسا کہ ہم بیان کر چکے ہیں مگر چونکہ یہ دعوی مال یعنی میراث اور نفقہ کا دعوی ہے اس لئے مال کے اس دعوی میں (نکول کی امید پر) اس سے حلف لیا جائے گا۔ اگر مدعا علیہ قسم کھالے تو وہ بری الذمہ ہوگیا اور قسم کھانے سے اگر انکار کردے تو دعوی مال ثابت ہو جائے گا لیکن نسب ثابت نہیں ہو گا۔ اس مسئلہ کے یہ چار زمرے ہیں:۔

۱۔ میراث

۲۔ نفقہ

۳۔ پرورش کرنے کا دعوی مثلاً مدعی نے کہا یہ بچہ جو تجھے ملا ہے' میرا بھائی ہے مگر بچہ جس کے قبضہ میں ہے وہ انکار کردے۔

۴۔ حق رجوع کے باطل ہونے کا دعوی مثلاً مدعی نے کوئی چیز کسی کو ہبہ کردی اور پھر اس چیز کو واپس لینا چاہا اور جس شخص کو وہ چیز ہبہ کی گئی وہ کہتا ہے کہ میں تمہارا بھائی ہوں' اس سے

حضرت امام شافعی رحمتہ اللہ علیہ فرمایا کرتے کہ: امام مالک اور سفیان بن عیینہ نہ ہوتے تو حجاز سے علم رخصت ہو جاتا

یہ ثابت ہوا کہ اگر مدعی نے نسب کی وجہ سے مدعا علیہ پر مال یا کسی حق کا دعوی کیا ہو تو بالاتفاق مدعا علیہ سے حلف لیا جائے گا' کیونکہ اس سے اصل مقصد اس حق کو ثابت کرنا ہے۔

وصیت اور وکالت وغیرہ کے بارے میں حلف

ایک شخص نے یہ دعوی کیا کہ فلاں فوت ہو چکا ہے اور اس نے اس آدمی کو اپنا وصی مقرر کیا ہے' مگر اس آدمی نے کہا کہ اس نے مجھے وصی نہیں بنایا تو اس سے حلف نہیں لیا جائے گا' اس لئے کہ اگر وہ یہ اقرار کر لے کہ فوت ہونے والے نے اسے وصی بنایا تھا مگر اس نے قبول نہیں کیا' تو اسے قبول کرنے پر مجبور نہیں کیا جا سکتا اور وہ وصی نہیں ہوتا اور اگر قبول کر لیا تھا تو اسے وصیت کرنے والے کی زندگی میں رد کر دینے کا اختیار حاصل ہے۔ اس لئے مدعا پہ کوئی لازمی حق نہیں جب کہ صحت دعوی کے لئے اس کا لازمی حق ہونا شرط ہے' جب یہ حق لازمی نہیں تو دعوی صحیح نہ ہوا اس لئے مدعا علیہ سے حلف نہیں لیا جائے گا۔ دعوی وکالت میں بھی یہی صورت ہے جب کہ ایک شخص نے کسی کے خلاف یہ دعوی کیا ہو کہ یہ فلاں کا وکیل ہے (تو مدعا علیہ سے حلف نہیں لیا جائے گا)۔

اسی کی تیسری صورت استصناع کی ہے یعنی ایک کاریگر کسی شخص کے خلاف یہ دعوی کرے کہ اس نے اس کے لئے فلاں فلاں چیز اس کے کہنے پر بنائی تھی تو اس صورت میں بنوانے والے سے حلف نہیں لیا جائے گا' اس لئے کہ اگر یہ ثابت بھی ہو جائے (کہ اس نے واقعتہ وہ چیز بنوائی تھی) تو بھی اس کو یہ اختیار حاصل ہے کہ وہ اس معاہدہ کو فسخ کر دے' اس لئے مدعی پہ کوئی ایسا حق نہیں ہے جو ہر صورت میں واجب الاداء ہو۔

متوفی کے خلاف اموال و حقوق کے دعوی میں وصی سے حلف

ایک شخص نے متوفی کے خلاف کسی جائیداد یا کسی حق کا دعوی کیا اور اس کے وصی کو قاضی کے ہاں پیش کیا' جب کہ وہ وصی اس متوفی کا وارث نہیں اور وہ (شخص) اپنے دعوی میں اس وصی سے حلف لینا چاہتا ہے تو وصی سے حلف نہیں لیا جائے گا۔ کیونکہ حلف نکول کی امید پر لیا جاتا ہے جو بذل (دست برداری) یا اقرار کا نام ہے' اور وصی بذل یا اقرار کا اختیار نہیں

علم وفن میں حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کا کوئی ثانی نہیں : (محدث ابوزرعہ)

رکھتا' اس لئے اس سے حلف نہیں لیا جائے گا کیونکہ اس صورت میں یہ بے سود ہے' اسی طرح اگر باپ اپنے نابالغ بیٹے کے خلاف کوئی دعوی کرے تو اس میں بھی یہی صورت ہوگی۔

بائع سے حلف

ایک شخص کے قبضہ میں غلام یا لونڈی یا منقولہ سامان ہے دو آدمیوں نے اسے قاضی کے ہاں پیش کیا۔ دونوں میں سے ہر ایک نے دعوی کیا کہ جو چیز اس شخص کے قبضہ میں ہے وہ میں نے اس سے خریدی ہے' اور قاضی نے اس شخص سے ان آدمیوں کے دعوی کے بارے میں دریافت کیا تو اس کی دو صورتیں ہیں:۔ اس نے ان دونوں میں سے ایک شخص کے حق میں اس چیز کے فروخت کرنے کا اقرار کیا اور کہا کہ وہ شخص یہی ہے اور اس کا تعین کر دیا' یا دونوں کو فروخت کرنے سے انکار کر دیا' اگر اس نے ایک کے حق میں اقرار کیا تو قاضی اس کو حکم دے کہ وہ چیز اس کے حوالہ کر دے۔ دوسرا شخص اگر قاضی سے کہے کہ آپ اس سے میرے لئے یہ حلف لیں کہ اس نے یہ چیز میرے ہاتھ فروخت نہیں کی تو اس صورت میں اس سے حلف نہیں لیا جائے گا۔ اس لئے کہ ایک شخص کے حق میں اقرار کرنے کے بعد وہ دوسرے شخص کے لئے اسی قسم کا اقرار یا بذل نہیں کر سکتا' اس لئے اس سے حلف لینا بے سود ہے۔

اسی طرح اگر اس نے دونوں کے ہاتھ وہ چیز فروخت کرنے سے انکار کر دیا اور قاضی نے اس سے ایک شخص کے حق میں حلف طلب کیا اور اس نے قسم کھانے سے انکار کر دیا اور قاضی نے اس شخص کے حق میں فیصلہ کر دیا تو اب اگر دوسرا شخص یہ کہتا ہے کہ آپ اس سے میرے لئے حلف لیں' تو اس سے حلف نہیں لیا جائے گا اس کی وجہ یہ ہے کہ گو قاضی کے لئے یہ مناسب نہیں تھا کہ دوسرے شخص کے بارے میں اس سے حلف لینے سے قبل پہلے شخص کے حق میں فیصلہ کرتا' لیکن جب اس نے پہلے کے حق میں فیصلہ کر دیا تو یہ فیصلہ ایک ایسے معاملے میں ہے جس میں اجتہاد کی گنجائش موجود ہے' جیسا کہ ہم اکیسویں باب میں بیان کر چکے ہیں' چنانچہ اس کا یہ فیصلہ نافذ العمل رہے گا اور مدعا علیہ قسم کی ذمہ داری سے خارج ہو جائے گا اس لئے کہ اب اس کے اختیار میں نہ اقرار ہے اور نہ بذل' اس لئے اس سے قسم نہیں لی جائے گی۔

کسی سرزمین پر ایک حد کے نفاذ کی برکت وہاں چالیس روز نازل ہونے والی بارش کی برکت سے بہتر ہے

دعوی نکاح میں حلف

اسی طرح اگر کسی شخص نے ایک عورت کے خلاف نکاح کا دعوی کیا تو اس کی بھی وہی دو صورتیں ہوں گی جو ہم نے بیان کی ہیں' پہلی صورت جملہ علماء احناف اور دوسری صورت صاحبین کی رائے کے مطابق ہے۔

دعوی ھبہ میں حلف

اسی طرح دو آدمیوں میں سے ہر آدمی یہ دعوی کرے کہ غلام یا لونڈی کے اس قابض نے اسے غلام یا لونڈی ہدیہ میں دی ہے یا کوئی چیز صدقہ میں دینے کا دعوی کرے تو اس میں بھی وہی دو صورتیں ہوں گی جن کو ہم دعوی خرید میں بیان کر چکے ہیں۔ اس لئے کہ ایک آدمی کے حق میں ثبوت یا اقرار کے ذریعہ ملک ثابت ہو جانے کے بعد دوسرے آدمی کے لئے حلف لینے کی کوئی گنجائش نہیں رہتی۔

رھن اور اجارہ میں حلف

دو آدمیوں میں سے ایک نے یہ دعوی کیا کہ اس نے مدعا علیہ سے فلاں چیز خرید کی ہے اور دوسرے آدمی نے یہ دعوی کیا کہ اس نے اس (مدعا علیہ) سے وہی چیز بعوض ایک ہزار درہم رہن میں لی ہے یا اجرت پر لی ہے۔ قاضی نے مدعا علیہ سے دریافت کیا تو اس نے پہلے مرتہن یا مستاجر کے حق میں اقرار کیا' اب اگر خرید کا دعویدار قاضی سے کہے کہ آپ اس (مدعا علیہ) سے اس طرح حلف لیں: "خدا کی قسم میں نے یہ چیز اس کے ہاتھ فروخت نہیں کی" تو مدعا علیہ سے حلف لیا جائے گا۔ اس لئے کہ رہن یا اجرت پر دی ہوئی وہ چیز بدستور اس کی ملک ہے اور وہ اس چیز کو اجرت پر دینے یا رہن رکھنے کے بعد اس کی بیع کر سکتا ہے' اور اس بائع کے حق میں یہ بیع صحیح ہے' مرتہن اور مستاجر کو یہ بیع فسخ کرنے کا کوئی اختیار نہیں۔ اس لئے جب رہن اور اجارہ کے بعد بائع کے حق میں اس چیز کی بیع صحیح طور پر منعقد ہو سکتی ہے تو وہ اس کا اقرار بھی کر سکتا ہے۔ اس لئے اس سے حلف لینا بے سود نہیں۔

مدعا علیہ نے اگر قسم کھالی تو بات ختم ہو گئی اور اگر انکار کر دیا تو بیع ثابت ہو جائے گی

اور مشتری کو یہ اختیار حاصل ہو گا کہ چاہے تو رہن یا اجارہ کی مدت گزرنے تک انتظار کرے یا تاخیر سے اپنا حق لینے پر راضی نہ ہو کر اجارہ یا رہن کو فسخ کر دے مدعا علیہ نے اگر پہلے مدعی خرید کے حق میں اقرار کیا' اس کے بعد مرتہن یا مستاجر قاضی سے کہتا ہے کہ آپ اس (مدعا علیہ) سے میرے لئے اس طرح حلف لیں: "اللہ کی قسم میں نے یہ چیز اسے رہن یا اجرت پر نہیں دی" تو مدعا علیہ سے حلف نہیں لیا جائے گا اس لئے کہ جب وہ (مدعا علیہ) بیع کرنے کے بعد رہن اور اجارہ کا اختیار ہی نہیں رکھتا تو وہ اس کا اقرار بھی نہیں کر سکتا' اس لئے اس سے حلف لینا بے سود ہے۔

اسی طرح دو شخص اجارہ کے دعویدار ہوں اور مدعا علیہ نے ان میں سے ایک کے حق میں اقرار کر لیا تو دوسرے کے حق میں اس سے حلف نہیں لیا جائے گا' اس لئے کہ اجرت پر دی ہوئی چیز دوسرے شخص کو اجرت پر دینا صحیح نہیں اور نہ اس کے لئے ایسا کرنا لازم ہے' اس لئے مدعا علیہ سے حلف لینے کا کوئی فائدہ نہیں۔

دعوی شفعہ میں حلف

ایک شخص کسی کو قاضی کے پاس لایا اور کہا کہ اس نے ایک جگہ پر مبلغ ایک ہزار درہم میں ایک مکان خریدا ہے جس کے فلاں فلاں حدود اربعہ ہیں اور میں فلاں مکان کی وجہ سے جو اس مکان سے ملحق ہے' اس مکان کا شفیع ہوں۔ قاضی نے مدعا علیہ سے دریافت کیا کہ اس شخص کے دعوی کے بارے میں تم کیا کہتے ہو؟ اس نے جواب دیا کہ یہ مکان جو میرے قبضہ میں ہے' میرے اس ننھے بچے کا ہے تو اپنے بیٹے کے حق میں اس کا یہ اقرار صحیح ہو گا۔ اس لئے کہ وہ مکان اسی کے قبضہ میں ہے اور قبضہ ہی اس کی ملکیت کی دلیل ہے' چونکہ یہ مکان اسی کی ملکیت ہے اس لئے بیٹے کے حق میں اس کا اقرار صحیح ہو گا۔

اگر شفیع قاضی سے کہے کہ آپ اس سے میرے لئے یہ حلف لیں: "یہ شخص اس مکان کا شفیع نہیں ہے" تو اس صورت میں اس پر حلف اٹھانا عائد نہیں ہو گا اس لئے کہ باپ کا اپنے بیٹے کے خلاف کسی اور شخص کے حق میں شفعہ کا اقرار صحیح نہیں ہے' اس لئے اس سے حلف لینا بے سود ہے۔ مگر یہ مقدمات سے بچنے کا ایک قسم کا حیلہ اور تدبیر ہے۔ اگر شفیع باپ کے خلاف مکان کی

خریداری کا ثبوت پیش کر دے تو اب اس مقدمہ میں باپ فریق ہو گا کیونکہ شرعاً باپ اپنے بیٹے کا قائم مقام ہوتا ہے اس لئے وہ فریق ہو گا اور اس کے خلاف ثبوت قبول کر لیا جائے گا اور اس ثبوت کی بناء پر شفیع کے حق میں شفعہ کی ڈگری جاری کر دی جائے گی۔

وصیت اور وکالت کی بعض صورتوں میں حلف

ایک شخص نے کسی آدمی کے وصی کو قاضی کے پاس پیش کر کے یہ کہا کہ فلاں متوفی نے اس کو اپنا وصی بنایا ہے اور مجھے بھی وصی بنایا ہے' اس نے قاضی سے کہا کہ آپ اس سے میرے دعوی کے بارے میں دریافت کریں اور وہ اس سے حلف لینا چاہتا ہے جب کہ اس نے قسم کھانے سے انکار کر دیا تو اس وصی سے حلف نہیں لیا جائے گا' اس لئے کہ اس (وصی) کے اقرار کی وجہ سے وہ (شخص) اس متوفی کا وصی نہیں بن جائے گا' کیونکہ یہ اقرار کسی دوسرے شخص کے خلاف اقرار ہے' اس لئے اس سے حلف لینا بے سود ہے۔ وکالت میں بھی یہی حکم ہے۔

ایک آدمی نے کسی پر یہ دعوی کیا کہ فلاں غائب شخص نے قرضہ وصول کرنے کے سلسلے میں مجھے اور اس کو اپنا وکیل بنایا ہے جب کہ وہ اس کا انکار کرتا ہے تو اس سے حلف نہیں لیا جائے گا۔ اس لئے کہ اس کے اقرار کرنے کی صورت میں وہ مدعی اس غائب شخص کا وکیل نہیں بن جائے گا۔ چنانچہ قاضی اس سے حلف نہ لے اور نہ اس سے کوئی سوال کرے۔ کیونکہ سوال کرنا بے سود ہے۔ سوال کا نتیجہ اقرار ہو سکتا اور اگر وہ اقرار کر بھی لے تو اس سے وہ وکیل نہیں بن جائے گا۔ البتہ قاضی اس (مدعی) سے کہے کہ تمہارے پاس اس دعوی کی تائید میں کوئی ثبوت ہو تو پیش کرو۔ بعض اوقات ایک شخص ثبوت کے سماع کی حد تک فریق ہوتا ہے مگر حلف کے معاملے میں فریق نہیں ہوتا۔ اس کی نظیر یہ ہے کہ باپ اگر اپنے نابالغ بیٹے کے خلاف دعوی دائر کرے تو ثبوت کی فراہمی کے معاملے میں تو وہ فریق بن سکتا ہے اور اس کا ثبوت قبول بھی کیا جا سکتا ہے' لیکن قسم کھانے کے معاملے میں وہ فریق نہیں بنتا اور اس سے حلف بھی نہیں لیا جاتا اسی طرح یہاں بھی یہی صورت ہے۔

(واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب)

حد یعمل فی الارض خیر لاھل الارض من ان یمطروا اربعین صباحا ☆ الحدیث

حواشی و حوالہ جات

۱۔ ام الولد: ام الولد سے مراد وہ کنیز تھی جس سے اس کے آقا کی اولاد ہو جاتی تھی' اولاد ہو جانے کی صورت میں اس کنیز کو فروخت کرنے یا ہبہ کرنے کا اختیار آقا کو نہیں رہتا تھا اور آقا کے مرنے کے ساتھ ہی وہ آزاد ہو جاتی تھی۔ ولاء: سے مراد وہ خصوصی تعلق اور رشتہ ہے جو غلام کے آزاد ہونے کی صورت میں غلام اور اس کے سابق مالک کے درمیان شریعت نے قائم کیا تھا' قریبی رشتہ داروں کے بعد سب سے زیادہ قریبی تعلق ولاء کا ہوا کرتا تھا حتی کہ بعض صورتوں میں یہ دونوں ایک دوسرے کے وارث بھی ہوا کرتے تھے۔

فنِ اصولِ فقہ کی تاریخ پر ایک خوبصورت کتاب

☆

فن اصولِ فقہ کی تاریخ

عہد رسالت ﷺ سے عہد حاضر تک

☆

تحقیق ڈاکٹر فاروق حسن

این ای ڈی یونیورسٹی کراچی

ناشر: دارالاشاعت اردو بازار کراچی

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے کہ: امام مالک اور سفیان بن عیینہ نہ ہوتے تو حجاز سے علم رخصت ہو جاتا

کیا قسم مدعی پر لوٹائی جائے

مدعی پر قسم لوٹانے کے بارے میں سلف کا اختلاف

شعبی (م ۱۰۳ھ) سے روایت ہے:

ان المقداد بن الاسود استسلف من عثمان رضی اللہ عنہ سبعۃ آلاف درھم' فلما اتاہ بھا اتاہ باربعۃ آلاف درھم' فقال عثمان رضی اللہ عنہ: انھا کانت سبعۃ آلاف درھم' فقال المقداد: ما کانت الا اربعۃ آلاف' فلم یزالا حتی ارتفعا الی عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ' وکان ذلک فی خلافتہ' قال' فقال المقداد: یا امیر المومنین لیحلف انھا کما یقول ولیاخذھا' فقال عمر رضی اللہ عنہ: قد انصفک ' احلف انھا کما تقول وخذھا' فقال عثمان رضی اللہ عنہ لا احلف' فقال: ان لا تحلف فخذ ماعطاک ' قال فاخذھا' قال: فلما قام المقداد قال عثمان: واللہ انھا کانت لسبعۃ آلاف' فقال: فما منعک ان تحلف وقد جعلت ذلک الیک' واللہ ان ھذہ لسماء وان ھذہ لارض وان ھذہ لشمس وان ھذہ لنھار (۱)

(مقداد بن اسود (۲) نے حضرت عثمان رضی اللہ تعالی عنہ سے مبلغ سات ہزار درہم ادھار لئے تھے' جب مقداد رقم ان کے پاس لے کر آئے تو چار ہزار درہم لے کر آئے۔ اس پر حضرت عثمان نے فرمایا کہ یہ تو سات ہزار تھے' حضرت مقداد نے کہا: نہیں یہ رقم چار ہزار درہم ہی تھی' دونوں حضرات اختلاف کرتے رہے تاآنکہ وہ اپنا یہ قضیہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس لے گئے' حضرت عمر (م ۲۳ھ) اس وقت خلیفہ وقت تھے حضرت مقداد نے عرض کیا: امیر المومنین یہ اس بات کی قسم کھالیں کہ رقم اتنی تھی کہ جتنی یہ کہتے ہیں تو مجھ سے یہ رقم وصول کرلیں' حضرت عمر نے حضرت عثمان (م ۳۵ھ) سے

☆ امام مالک بن انس رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت سن ۹۳ ہجری میں اور وفات ۱۷۹ ہجری میں ہوئی ☆

فرمایا کہ انہوں نے آپ کے ساتھ انصاف کی بات کہی ہے۔ آپ اپنے دعویٰ پر قسم کھائیں اور اپنی رقم وصول کریں۔ حضرت عثمان نے کہا: میں تو قسم نہیں کھاؤں گا' حضرت عمر نے فرمایا: اگر آپ قسم نہیں کھاتے تو جو کچھ مقداد آپ کو دیتے ہیں وہ وصول کرلیں چنانچہ حضرت عثمان نے وصول کر لئے۔ جب مقداد اٹھ گئے تو حضرت عثمان نے کہا: بخدا رقم مبلغ سات ہزار ہی تھی' حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ نے فرمایا آپ کو قسم کھانے سے کیا امر مانع ہوا جب کہ میں نے آپ کو اس کا موقع دیا تھا۔ خدا کی قسم یہ آسمان ہے اور یہ زمین' اور یہ سورج ہے اور یہ دن ہے۔

یہ روایت درج ذیل فوائد پر مشتمل ہے:

کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ان حضرات میں سے ہیں جو قسم کو مدعی پر لوٹانے کے حامی ہیں۔ آپ نے اس امر کو انصاف میں شمار کیا ہے۔ صحابہ کرام کا اس مسئلہ کے بارے میں اختلاف ہے' حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ قسم کو مدعی پر لوٹانے کے قائل تھے جب کہ حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہ اس کے قائل نہیں تھے۔ امام شافعی نے حضرت عمر کی رائے کو اپنایا ہے اور ہمارے علماء کرام نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی رائے کو اختیار کیا ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ کا اس رائے سے رجوع بھی ثابت ہے' روایت ہے:

ان امراۃ ادعت علی زوجھا انہ قال لھا: حبلک علی غاربک' فحلفہ عمر: باللہ ما ارادبہ الطلاق' فنکل فقضی بالفرقۃ (۳)

(ایک عورت حضرت عمر کی خدمت میں حاضر ہوئی اور اپنے خاوند کے خلاف یہ دعویٰ کیا کہ اس نے مجھے یوں کہا ہے: "حبلک علی غاربک" (تیرا معاملہ تیرے ہاتھ میں ہے) تو حضرت عمر نے اس کے شوہر سے یوں قسم لینا چاہی: "اللہ کی قسم اس سے میرا مقصود اسے طلاق دینا نہیں تھا" اس شخص نے اسی طرح قسم کھانے سے انکار کر دیا تو حضرت عمر نے ان میں علیحدگی کا فیصلہ کر دیا)

قسم کھانے سے انکار کی بنیاد پر یہ فیصلہ اس وقت متصور ہو سکتا ہے جب قسم کو مدعی پر نہ

امام محمد بن ادریس شافعی فرماتے ہیں: فقہ میں مجھ پر سب سے زیادہ احسان امام محمد بن حسن کا ہے

لوٹانے کا نظریہ اپنایا گیا ہو' تو حضرت عمر والی اس روایت (جس میں حضرت عثمان اور حضرت مقداد کا واقعہ بیان کیا گیا ہے) کی یوں تاویل کی جا سکتی ہے کہ یہ واقعہ ان کے رجوع سے قبل کا ہے یا انہوں نے صلح کے طور پر قسم کو مدعی پر لوٹایا تھا۔

امام محمد (م ۱۸۹ھ) نے کتاب الاستحلاف میں بیان کیا ہے کہ صلح کی غرض سے قسم مدعی پر لوٹائی جا سکتی ہے۔ انہوں نے جامع صغیر میں یہ بیان کیا ہے کہ قسم پر صلح جائز ہے' جس قسم پر صلح ہو چکی ہو مدعی سے دوبارہ قسم نہیں لی جائے گی جب صلح جائز ہے تو صلح کی غرض سے قسم کو مدعی پر لوٹانا بھی جائز ہے۔

اس حدیث یہ بھی معلوم ہوا کہ سچی قسم کھانے میں کوئی مضائقہ نہیں۔ اس لئے کہ حضرت عمر نے یہ فرمایا تھا: "آپ کو قسم کھانے سے کیا امر مانع ہوا؟" اس کی وجہ یہ ہے کہ قسم میں مقسم بہ (جس کے نام کی قسم کھائی جائے) کی تعظیم ہوتی ہے' جب قسم کھانے والا اپنی قسم میں سچا ہوتا ہے تو اس سے مقسم بہ کی تعظیم متحقق ہو جاتی ہے۔ اس لئے سچی قسم کھانے میں کوئی مضائقہ نہیں۔

حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سچی قسم کھانے سے اس لئے احتراز فرمایا کہ وہ اپنے آپ کو قسم کھانے سے محفوظ رکھنا چاہتے تھے۔

مصنف (متن) فرماتے ہیں کہ یہ قرض مبلغ سات ہزار درہم تھا۔ ان حضرات کا باہمی اختلاف صرف تین ہزار درہم میں تھا' حدیث کے بعض راویوں کے مطابق یہ قرض بارہ ہزار درہم کا تھا جھگڑا پانچ ہزار کا تھا' حضرت مقداد نے مبلغ سات ہزار ادا کر دئے تھے اور پانچ ہزار درہم کے انکاری تھے۔ بہرحال اس حدیث کی رو سے بعض علماء نے قسم کو مدعی پر لوٹانے کا موقف اختیار کیا اور بعض نے اسے نہیں اپنایا' علماء احناف نے دوسری رائے کو اختیار کیا ہے۔

(واللہ اعلم بالصواب)

☆☆☆ میں نے امام شافعی سے زیادہ کسی کو عقل والا نہیں پایا (ابو عبید) ☆☆☆

حواشی و حوالہ جات

۱۔ السنن الکبری ۱: ۱۸۴، نصب الرایۃ ۴: ۱۰۳-۱۰۴، الدرایۃ ۲: ۱۷۶-۱۷۷ (۸۴۲)، تکملۃ فتح القدیر شرح الھدایۃ: ج ۶ ص ۱۸۲، المحلی: ج ۹ ص ۳۷۷، المبسوط ۱۷: ۳۴۔

۲۔ ان کا نام مقداد بن عمرو بن ثعلبہ بن مالک البہرانی الکندی ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہیں، یہ مقداد بن الاسود کے نام سے اس لئے مشہور ہیں کہ اسود بن عبد یغوث الزہری نے ان کی پرورش کی تھی اور اپنا متبنیٰ بنالیا تھا اس لئے ان کی طرف منسوب ہو گئے، انہیں کندی اس لئے کہا جاتا ہے کہ انہوں نے قبیلہ بہراء میں ایک قتل کا ارتکاب کیا تھا پھر کندہ کی طرف بھاگ گئے تھے اور وہاں کے لوگوں کو اپنا حلیف بنا لیا، بعد میں اس قبیلہ میں بھی قتل کرکے مکہ کی طرف بھاگ گئے اور وہاں اسود بن عبد یغوث کو اپنا حلیف بنالیا، دراصل یہ بہرانی ہیں مگر کندی اور زہری مشہور ہیں، انہوں نے شروع سے ہی اسلام قبول کرلیا تھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت حاصل رہی، السابقون الاولون میں سے ہیں، انہوں نے ہجرت حبشہ اور ہجرت مدینہ کی تھی، غزوہ بدر اور دیگر غزوات میں شریک ہوتے تھے، ان سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلام کی ۴۲ احادیث مروی ہیں، ایک حدیث بخاری اور مسلم دونوں نے اور تین مسلم نے روایت کی ہیں، ان سے جن صحابہ کرام نے حدیث کی روایت کی ہے ان میں حضرت علی بن ابی طالب، حضرت ابن مسعود اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم وغیرہ شامل ہیں، علاوہ ازیں ان سے بیشتر تابعین نے بھی حدیث کی روایت کی ہے مدینہ سے دس میل دور حرف نامی اپنے گاؤں میں وفات پائی، وہیں سے ان کا جسد خاکی مدینہ کی طرف لایا گیا تھا، ان کی وفات حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں ۳۳ھ میں ہوئی اس وقت ۷۰ کے پیٹے میں تھے، یہی وہ مقداد تھے جنہوں نے غزوہ بدر کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا تھا: یا رسول اللہ ہم آپ سے اس طرح نہیں کہتے جس طرح بنی اسرائیل نے موسیٰ علیہ السلام سے کہا تھا کہ: "اذھب انت و ربک فقاتلا انا ھھنا قاعدون" ولکن امض و نحن معک۔ مزید دیکھئے: تھذیب الاسماء واللغات ۱: ۲: ۱۱۱-۱۱۲ (۱۶۳)، سیرۃ ابن ھشام ۱: ۶۱۴-۶۱۵، طبقات ابن سعد ۳: ۱: ۱۱۴، اسد الغابۃ ۵: ۲۵۱-۲۵۴ (۵۰۶۹)، الاصابۃ ۳: ۴۳۳ (۸۱۸۵)، الاستیعاب ۳: ۴۵۱-۴۵۴، جمھرۃ نسب قریش: ۵۰۹، المعارف: ۲۶۲،

۳۔ السنن الکبری ۷: ۳۴۳-۳۴۴، تلخیص الحبیر ۳: ۲۱۴-۲۱۵ (۱۶۰۷)،

تاریخ الخلفاء

کا ترجمہ نئے انداز سے از مفتی احمد سعید سعیدی صاحب

ناشر ضیاء القرآن پبلیکیشنز لاہور کراچی

امام محمد بن ادریس شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا سن ولادت ۱۵۰ ہجری اور سن وفات ۲۰۴ ہجری ہے ☆